

سقیفہ کی کاروائی

<"xml encoding="UTF-8?>



1: حضرت ابو بکر صدیق

سابقہ گفتگو کا حاصل مطالعہ یہ ہے کہ : حضرت علی (ع) پوری طرح سے خلافت بلافصل کی اہلیت و قابلیت رکھتے تھے ۔ کیونکہ علی (ع) کا رسول اسلام اور خود اسلام سے گھبرا ارتباٹ تھا اور اسلام اور رسول اسلام بھی انہیں خلافت و امامت کے لائق سمجھتے تھے ۔

اگر بالفرض سقیفہ بنی ساعدہ میں مسلمان علی علیہ السلام کے حق کے لئے یوں دلیل دیتے کہ

(1):- علی رسالت مآب کے سب سے قریبی ترین فرد ہیں ۔

(2):- علی رسول خدا کی آغوش کے پروردہ ہیں ۔

(3):- بھرت کی شب امانتوں کے امین وہی تھے ۔

(4):- رسول خدا نے انہیں اپنا بھائی مقرر کیا تھا ۔

(5):- رسول خدا کے داماد ہیں ۔

(6):- رسول خدا کی نسل ان کے صلب سے جاری ہوئی ۔

(7):- رسول خدا کی تمام غزوات میں امیر لشکر اور علمدار تھے ۔

(8):- وہ ہارون محمدی ہیں ۔

(9):- وہ شہر علی کا دروازہ ہیں ۔

(10):- وہ بیت حکمت کا دروازہ ہے ۔

(11):- وہ صفات انبیاء کے آئینہ دار ہیں ۔

(12):- نور نبوی کے وہ شریک ہیں ۔

(13) :- وہ نبوت کے مرتبی کے فرزند ہیں ۔

(14) :- انکی ولادت کعبہ میں پوئی ۔

(15) :- ان کی پیشانی کبھی بتون کے سامنے نہیں جھکی ۔

(16) :- ان کی مودت اجر رسالت ہے ۔

(17) :- وہ مبابرہ میں صداقت اسلام کے گواہ ہیں ۔

(18) :- وہ چادر تطہیر کے طابر فرد ہیں ۔

(19) :- وہ صاحب علم الكتاب ہیں ۔

(20) :- وہ اپنی جان کے بد لے مرضات خداوندی کے خریدار ہیں ۔

الغرض اگر ایسا ہوتا اور مسلمان علی علیہ السلام کو ہی اپنی حکومت وزعامت کے لئے منتخب کرلیتے تو وہ انحراف ک شکار نہ ہوتے اور آج کے دور میں اسلامی تاریخ کو سنہری حروف سے لکھا جاتا ڈاکٹر طہ حسین نے اپنے موضوع سے انصاف کرتے ہوئے بالکل صحیح لکھا ہے :-

"علی اپنی قربت، سبقت الی الاسلام، اپنی فداکاریوں، اپنی غیر منحرف سیرت، دین سے تمسک، کتاب و سنت کے علم اور استقامت رائے کے سبب بلاشبہ خلافت بلافصل کی صلاحیت رکھتے تھے (1)."۔

ابن حجر عقلانی امام علی علیہ السلام کے اہم خصائص بیان کرتے رقم طراز ہیں :-

"علی ابن ابی طالب اکثر اہل علم کے قول کے مطابق مسلم اول ہیں نبی اکرم کی آغوش میں تربیت پائی۔ کسی مرحلہ میں نبی سے جدا نہیں ہوئے۔ غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے۔ اور غزوہ تبوک میں بھی وہ رسول خدا کے حکم کے تحت مدینہ میں ٹھہر رہے اور رسول خدا نے فرمایا تھا "اما ترضی یا علی ان تكون منی بمنزلة هارون من موسی الا انہ لانبی بعدي" علی کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہو جو بارون کی موسی سے تھی۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اکثر غزوات میں حضرت علی ہی اسلامی لشکر کے علم بردار تھے۔ جب رسول خدا نے صحابہ میں مواحات قائم کی تو علی کو اپنا بھائی قرار دیا۔ آپ کے بے شمار مناقب ہیں۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ: کسی صحابی کے لئے اتنی فضائل کی احادیث منقول نہیں ہیں۔ جتنی کہ علی کے لئے منقول ہیں (2)۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کی فضائل کی احادیث کی نشر و اشاعت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ بنی امیہ کے سلاطین نے حضرت علی علیہ السلام کے فضائل و مناقب کو چھپانے کے لیے تمام حربے استعمال کئے۔ اسی لئے حفاظ حديث نے اپنی دینی ذمہ داری سمجھتے ہوئے فضائل علی (ع) کی احادیث کی نشر و اشاعت کی۔ چشم فلک نے آج تک علی علیہ السلام جیسا عالم اور مفتی نہیں دیکھا۔ غزوہ خیبر میں رسول خدا (ص) نے اعلان کیا تھا۔ :- "کل میں اسے علم دون گا جو اللہ اور اس کے رسول (ص) سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور رسول (ص) کا محبوب ہوگا۔ اللہ اس کے ہاتھ پر خبیر فتح کرے گا۔" دوسرے روز آپ نے علم علی علیہ السلام کے حوالہ فرمایا۔ حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ: مجھے صرف اسی دن ہی امارت کا شوق ہوا تھا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ براءت کی آیات دھے کر علی علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا کہ قرآنی آیات کی تبلیغ یا تو میں خود کرسکتا ہوں یا وہ کرسکتا ہے جو مجھ سے ہو۔

علاوہ ازیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "علی ولی فی الدنیا والآخرة" دنیا اور آخرت میں علی میرا جانشین ہے۔

آپ نے علی وفاطمہ اور حسن وحسین علیہم السلام کو اپنی چادر میں داخل کر کے فرمایا: انما یرید اللہ لیذھب

عنکم الرجس اهل البت ویطہرکم تطہیرا " اے اپل بیت ! اللہ کا بس یہی ارادہ ہے کہ تم سے رجس کو دور رکھے اور تم کو اس طرح پاک رکھے جیسا کہ پاکیزگی کا حق ہے - علی علیہ السلام شب بجرت رسول خدا کی چادر پہن کر ان کے بستر پر سوئے تھے اور رسول خدا کی جان بچائی تھی -

رسول خدا نے علی علیہ السلام سے فرمایا تھا : انت ولی کل مومن من بعدی " تم میرے بعد ہر مومن کے سردار ہو رسول خدا (ص) نے مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کرائیے لیکن علی علیہ السلام کا دروازہ کھلا رینے دیا ۔ علی (ع) حالت جنابت میں بھی مسجد سے گزرا کرتے تھے ، مسجد کے علاوہ علی (ع) کے گزرنے کا کوئی راستہ ہی نہیں تھا رسول کریم نے پالانوں کی منبر بنا کر لاکھوں افراد کے سامنے علی (ع) کا بازو بلند کر کے اعلان فرمایا :- " من کنت مولاہ فعلی مولاہ " جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے ۔

اور جب " فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم ونساءکم ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين "۔ علم آجائے کے بعد جو تم سے جھگڑا کرے تو کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بیٹے بلائیں اور تم اپنے بیٹے اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو لے آئیں اور تم اپنی جانوں کو لے آؤ پھر ایک دوسرے کو بد دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں " کی آیت مجیدہ نازل ہوئی تو رسول اکرم (ص) نے علی وفاطمہ وحسن وحسین علیہم السلام کو بلایا اور فرمایا :- خداوندا ! یہ ہیں میرے اہلیت ۔ امام ترمذی عمران بن حصین سے روایت کرتے ہیں رسول خدا (ص) نے فرمایا :- " ماتریدون من علی ؟ ان علیا منی وانا من علی وہو ولی کل مومن بعدی " آخر تم علی (ع) سے کیا چاہتے ہو ۔ بلاشبہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں ۔ میرے بعد ہر وہ مومن کا سردار ہے ۔

اب پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنے مناقب وفضائل کے باوجود علی خلافت سے محروم کیوں رہے ؟ اس سوال کے جواب کے لئے ہمیں وفات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات کو مد نظر رکھنا چاہیئے اور اس کے ساتھ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ حضرت علی (ع) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجهیز و تکفین و نماز جنازہ میں مصروف رہے ۔ جب ان کے سیاسی حریف رسول خدا (ص) کے جنازہ کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے اور وہاں اپنی خلافت قائم کی (3)۔

حضرت علی کو خلافت سے محروم رکھنے کی ایک وجہ حضرت عمر نے یہ بیان کی تھی کہ عرب ایک ہی خاندان میں نبوت اور خلافت کا اجتماع برداشت نہیں کر سکتے ۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ 11ھ میں رسول خدا (ص) نے وفات پائی اور حضرت علی رسول خدا (ص) کی تجهیز و تکفین اور نماز جنازہ میں مشغول ہو گئے ۔ رسول خدا (ص) کے گھر سے باہر سیاسی فضا بڑی دھماکہ خیز تھی ۔ جس میں سر فہرست خلیفۃ الرسول کا مسئلہ تھا ۔

سعد بن ابی عبادہ اوس و خزرج کے سرکردہ افراد کو لے کر سقیفہ بن ساعدہ میں آگئے ۔ اور حضرت عمر اور ابوبکر مسجد میں مسئلہ خلافت پر بحث کر رہے تھے ۔ اور اس کے علاوہ کئی اور گروہ دوسرے مقامات پر مصروف مشورہ تھے ۔

حضرت ابو بکر نے جب وفات رسول (ص) کی خبر سنی تو محلہ سخ سے رسول خدا (ص) کے گھر آئے اور حضرت عمر کو دیکھا کہ وہ دروازے پر تلوار ننگی کر کے کھڑے ہوئے تھے اور لوگوں کو دھمکیاں دے رہے تھے کہ جس نے رسول خدا (ص) کی وفات کی بات کی میں اسے قتل کر دوں گا ۔ حضور کی وفات نہیں ہوئی ، وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمان پر چلے گئے ۔ کچھ دنوں بعد واپس آئیں گے اور منافقوں کے ناک اور کان کاٹیں گے ۔

اس سانحہ دلخراش کی وجہ سے حضرت عمر بظاہر اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے تھے۔ عین سی وقت کسی آدمی نے انہیں سقیفہ کی کاروائی کی اطلاع دی۔ غم رسول میں "حوالہ باختہ" شخصیت فوراً ہوش و حواس میں آگئی اور حضرت ابو بکر کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور اس شخص نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ عمر آپ سے ایک عظیم کام کے متعلق مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔

یہ اطلاع ملتے ہی حضرت ابو بکر گھر سے باہر نکل آئے اور پھر یہ دونوں بزرگوار سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے جہاں اوس و خرجنگ کے سرکردہ افراد سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنانے پر تلے ہوئے تھے۔

مگر ان حالات میں حضرت علی (ع) نے وہی کیا جو انہیں کرنا چاہئیے تھا۔ حضرت علی رسول خدا (ص) کی تجھیز و تکفین کے معاملات میں مصروف رہے۔ رسول خدا (ص) کے چچا حضرت عباس وفات رسول (ص) کی وجہ سے بہت غمگین تھے مگر ان دردناک لمحات میں انہوں نے حضرت علی (ع) کی بیعت کرنے کاقصد کیا تھا جسے حضرت علی (ع) نے یہ کہ کہر ٹھکرایا کہ: "ابھی تور رسول کریم کا جسد مبارک بھی دفن نہیں ہوا میں خلافت کو کیسے قبول کر سکتا ہوں؟"

ابو سفیان بن حرب تین دفعہ حضرت علی (ع) کے پاس آئے اور ان کو خلافت سن بھالنے کی ترغیب دی اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو اس ناپسندیدہ حکومت کو ختم کرنے کے لئے میں مدینہ کی گلیوں کو اونٹوں اور پیادہ لوگوں سے بھر دوں۔ مگر حضرت علی علیہ السلام نے اسے سختی سے ڈانٹ دیا اور کہا: تم اسلام کے خیر خواہ کب تھے؟

اب تم خلیفہ گر کا کردار ادا کرنا چاہتے ہو؟۔

سقیفہ کا اجتماع اگر چہ انصار نے ہی منعقد کیا تھا لیکن اس اجتماع سے فائدہ حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ اس کاروائی کی مختصر رؤیتی داد یہ ہے:-

قبیلہ اوس و خرجنگ کے افراد سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ ان میں سعد بن عبادہ بھی موجود تھے۔ سعد بیمار تھے اور بلند آواز سے گفتگو کرنے سے قاصر تھے۔ انہوں نے اپنے ایک فرزند سے کہا کہ تم میری گفتگو سن کر سامعین کو اس سے آگاہ کرتے رہو چنانچہ بیٹا ان کی مدہم گفتگو کو سن کر بلند آواز سے لوگوں کو سناتا۔ سعد نے کہا:-

"اے گروہ انصار! تمہارا دین میں بڑا مقام ہے اور تمہیں اسلام میں فضیلت حاصل ہے اور ایسی فضیلت پورے عرب میں کسی قبیلہ کو حاصل نہیں ہے۔ جناب رسول خدا (ص) کئی سال تک مکہ میں اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کرنے اور بت پرستی چھوڑنے کی دعوت دیتے رہے۔ چند افراد کے سوا باقی قوم نے ان کی شدید مخالفت کی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس عزت سے سرفراز کیا۔ اللہ نے اپنے نبی کو تمہارے پاس بھیج دیا اور اللہ نے تمہیں دین کی مدد کیلئے منتخب فرمایا۔

تم دین کے دشمنوں پر سخت ثابت ہوئے اور دوسرے مسلمان کی بہ نسبت اسلام میں تمہاری قربانیوں زیادہ ہیں اللہ نے اپنے حبیب کو اس حال میں وفات دی کہ وہ تم سے راضی تھے۔ اپنے آپ کو مضبوط بناؤ۔ تمام لوگوں کی بہ نسبت تم حکومت کے زیادہ حقدار ہو۔

یہی اطلاع غم رسول میں "حوالہ باختہ" شخصیت حضرت عمر کو ملی۔ اطلاع ملتے ہی وہ رسول خدا کے دروازے پر آئے اور حضرت ابو بکر کو بلایا اور یہ دونوں دوست سقیفہ کی طرف چلے گئے۔ وہاں حضرت ابو بکر نے خطاب کرتے ہوئے کہا:-

"ہم مہاجرین سب سے پہلے اسلام لائے اور ہم رسول خدا (ص) کا خاندان ہیں۔ اور تم لوگ اللہ کے مدد گار ہو اور

کتاب خدا میں ہمارے بھائی ہو اور دین میں ہمارے شریک ہو۔ تم ہمیں تمام لوگوں سے محبوب ہو اور تم ہمیں بڑھ عزیز ہو اور تم لوگوں نے ہمیشہ ایثار سے کام لیا ہے اور میں اب بھی تم سے اسی ایثار کی توقع رکھتا ہوئن اس وقت تمہارے درمیان ابو عبیدہ اور عمر بن خطاب موجود ہیں۔ ان دونوں میں سے تم جس کی بھی چاہو بیعت کر سکتے ہو میں ان دونوں کو اس کا م کے ابل سمجھتا ہوں۔"

حضرت عمر اور ابو عبادہ نے کہا کہ آپ کے ہوتے ہوئے کوئی اور شخص مسند خلافت کو نہیں سنپھال سکتا۔ آپ ہی مستحق خلافت ہیں۔ اس وقت انصار میں سے حباب بن منذر نے کھڑھ ہو کر کہا۔

گروہ انصار! اپنے اتفاق و اتحاد کو قائم رکھو۔ تمہاری ہی سرزمین پہ کھل کر اللہ کی عبادت ہوئی ہے۔ تم نے ہی رسول کو پناہ دی تھی تم نے ہی ان کی نصرت کی تھی اور رسول خدا ہجرت کر کے تمہارے ہی پاس آئے تھے۔۔۔۔۔ اگر اس کے باوجود یہ لوگ تمہاری حکومت پر راضی نہیں تو پھر ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک ان میں سے ہو۔ حضرت عمر نے کہا: ایسا ناممکن ہے۔

بشير بن سعد خزرجی نے دیکھا کہ انصار سعد بن سعادہ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں تو اس کے ذہن میں اوس و خزرج کی سابقہ خانہ جنگیاں عود کر آئیں اور وہ سعد کو اس لئے ناپسند کرتا تھا کہ سعد کا تعلق اوس قبیلہ سے تھا اور بشیر نے سوچا کہ اگر حکومت اوس قبیلہ میں چلی گئی تو یہ ان کی نسلوں کے لئے اعزاز ثابت ہوگی۔ جب کہ خزرج کی کمزوری کا پیش خیمه بنے گی۔ اسی لئے اس کے ذہن نے فیصلہ کیا کہ خلافت میرے قبیلہ میں تو ویسے ہی نہیں آسکتی تو اوس میں بھی نہیں جانی چاہئے۔ کیوں نہ کسی مهاجر کی حکومت کو تسلیم کر لیا جائے۔

یہ سوچ کر وہ کھڑھ ہوا اور حاضرین سے کہا:

گروہ انصار! یہ سچ ہے کہ ہم نے اسلام کی خدمت کی۔ لیکن یہ حقیقت بھی ہمیں پیش نظر رکھنی چاہیے کہ ہمارے جہاد اور اسلام کا مقصود صرف اپنے اللہ کی رضا اور نبی کی اطاعت تھی۔

محمد کا تعلق قریش سے تھا اور ان کی قوم ہی ان کی میراث کی حقدار ہے اللہ سے ڈُرو اور ان سے مت جہگڑو۔ حضرت ابو بکر نے کھڑھ ہو کر کہا! یہ عمر اور ابو عبادہ ہیں۔ ان میں سے تم جس کی بیعت کرنا چاہتے ہو کرلو۔

ان دونوں نے کہا! خدا کی قسم ہم آپ پر حکومت نہیں کریں گے۔ آپ ہاتھ بڑھائیں۔ ہم بیعت کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکر نے ہاتھ بڑھایا، حضرت عمر اور ابو عبادہ سے پہلے بشیر بن سعد نے ان کی بیعت کی۔

حباب بن منذر نے اسے آواز دی "اے نافرمان اور قوم کے دشمن بشیر! تو نے یہ سب کچھ اپنے چچا زاد کے حسد کی وجہ سے کیا ہے۔ خزرج کے سردار بشیر بن سعد کی بیعت کے بعد اوس قبیلہ نے سوچا کہ اگر ہم بیعت میں پیچھے رہ گئے تو خزرج قبیلہ حکومت کا مقرب بن جائے گا۔ اسی لئے اوس میں اسے اسید بن حضیر نے خزرج ک ضد اور سعد بن عبادہ کی مخالفت کی وجہ سب بیعت کی، اس کے بعد اس کے قبیلہ نے بھی بیعت کرلی۔

بیمار سعد بن عبادہ کو چار پائی پر لٹا کر گھر لے گئے اور انہوں نے مرتے دم تک بیعت نہیں کی تھی۔

پھر حضرت سعد شام چلے گئے اور حضرت ابوبکر کی خلافت کے آخری ایام میں انہیں قتل کر دیا گیا اور مشہور کیا گیا کہ رات کی تاریکی میں جنات نے انہیں تیر مار کر ہلاک کر دیا۔ جب کہ باخبر حلقة اس کو خالد بن ولید کی کارستانی قرار دیتے ہیں۔

اس بیعت کے کچھ دیر بعد براء بن عازب نبی اکرم کے گھر آئے۔ ابھی تک رسول خدا کا جسم بھی دفن نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے آتے ہی اطلاع دی کہ میں نے اپنی آنکھوں سے عمر اور ابو عبادہ کو دیکھا ہے کہ وہ ہر گز نے والی کا

ہاتھ پکڑ کر ابو بکر کے ہاتھ پر رکھ کر بیعت لے رہے ہیں (4)۔

واقعات سقیفہ کا تجزیہ

ہم سقیفہ کی کاروائی بلا کم وکاست اپنے قارئین کے حضور پیش کرچکے ہیں۔

ان واقعات میں حضرت عمر کا جو کردار رہا ہے اس سے کوئی بھی صاحب نظر چشم پوشی نہیں کرسکتا۔

1:- خدارا ہمیں بتایا جائے کہ حضرت رسول خدا(ص) کے گھر میں تعزیت تسلی کے لئے کیوں نہیں گئے۔ اگر بالفرض انہیں علی (ع) اور اولاد علی (علیہم السلام) سے کوئی دلچسپی نہیں تھی تو اس دلخراش صدمہ کے وقت کم از کم اپنی بیوہ بیٹی کے سرپر ہی ہاتھ رکھنے کیلئے چلے جاتے اور یوں رسو لخدا(ص) کی تجهیز و تکفین میں شرکت کا اعزاز حاصل کرلیتے۔

2:- موصوف اگر غم زدہ خاندان کو تسلی دینا نہیں چاہتے تھے۔ تو جس وقت انہیں اوس و خرچ کے اجتماع کا علم ہوا تو اس وقت حضرت ابو بکر کو بلانے کے لئے خود اندر تشریف کیوں نہ لے گئے؟

3:- خود جانے کے بجائے انہوں نے کسی اور فرد کو حضرت ابو بکر کو بلانے کے لئے کیوں بھیجا اور خود دروازے پر کھڑے رہنے کو کیوں پسند فرمایا؟

4:- غم زدہ خاندان کے پاس اس وقت اور بھی اصحاب موجود ہوں گے اس کے باوجود حضرت عمر نے صرف حضرت ابوبکر کو ہی مشہورہ کیلئے طلب کیوں فرمایا؟

5:- ہمیں بتایا جائے کہ حضرت ابو بکر کا گھر کے اندر ہونا اور حضرت عمر کا باہر دروازے پر کھڑا ہونا یہ محض ایک اتفاق تھا یا پہلے سے طے شدہ منصوبے کا حصہ تھا؟

6:- حضرت ابوبکر کے آنے سے پہلے حضرت عمر اور ابو عبیدہ کی جو بائیمی گفتگو ہوئی تھی۔ اس میں کن نکات پر اتفاق ہو اتھا؟

7:- حضرت ابوبکر نے مہاجرین کی جو فضیلت بیان فرمائی تھی۔ اس فضیلت میں تمام مہاجر برابر کے شریک تھے یا صرف حضرت عمر اور ابو عبیدہ ہی تمام فضیلت کے مالک تھے؟

8:- حضرت ابو بکر نے مہاجرین کے استحقاق خلافت کے لئے دو وجوہات بیان فرمائیں۔
(الف):- انہیں اسلام میں سبقت کا شرف حاصل ہے۔
(ب):- وہ حضور کریم کا خاندان ہیں

اگر مذکورہ بالا دو وجوہات ہی خلافت کا معیار ہیں تو اس معیار پر حضرت علی علیہ السلام زیادہ اترتے ہیں کیونکہ

(1):- ان کی اسلام میں سبقت مسلم ہے۔

(2):- وہ حضرت ابو بکر کی بہ نسبت رسول خدا(ص) کے زیادہ قریب ہیں۔

پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت ابو بکر کے بیان کردہ معیار کے مطابق علی علیہ السلام کو خلافت کا حق دار نہیں

سمجھا گیا ؟

9:- خلافت اگر مہاجرین کا ہی حق ہے تو پھر حضرت ابو بکر نے مہاجرین میں صرف دو افراد یعنی حضرت عمر اور ابو عبیدہ کے نام ہی کیوں پیش کیے ؟

مذکورہ ناموں کی تخصیص کی کوئی وجہ بیان کی جاسکتی ہے ؟ اور کیا یہ "ترجیح بلا مرجح" تو نہیں تھی ؟

10:- خلافت کو مہاجرین میں ہی محدود کرنا ضروری تھا تو کیا حضرت ابو بکر انصار کو یہ مشہورہ نہیں دے سکتے تھے کہ وہ جس مہاجر کو امیر بانا چاہیں بنا لیں آخر ایسا کیوں نہیں کیا گیا ؟

11:- بزم مہاجرین میں سے صرف دو افراد کے نام پیش کرنے میں کونسی حکمت تھی ؟ طالبان تحقیق کے لئے اس حکمت کو آشکار کیا جائے ۔

12:- حضرت عمر اور ابو عبیدہ نے اس پیش کش کو کیوں مسترد کر دیا اور انہوں نے حضرت ابو بکر کی امارت کو کیوں ترجیح دی ؟ اس کی کوئی معقول وجہ بیان فرمائی جائے ۔

13:- سقیفہ کی کاروائی کی تمام کڑیاں اتفاقیہ انداز میں ملتی گئیں یا پہلے سے کسی طے شدہ منصوبہ کے تحت انہیں جوڑا گیا تھا ؟ علم تاریخ کے طلباء کے لئے اس سوال کا جاننا انتہائی ضروری ہے ۔ علمائی اہل سنت سے گزارش ہے کہ وہ اس سلسلہ میں تسلی بخش جواب دیں ۔

14:- کیا سقیفہ کی کاروائی اور لشکر اسامہ کا بھی آپس میں کوئی تعلق ہے ؟ اور حضرت عمر اور ابو عبیدہ نے مسجد میں بیٹھ کر جو مشورہ کیا تھا ۔ سقیفہ کا اس مشورہ سے بھی کوئی واسطہ تھا ؟ ۔

حضرت ابو بکر کی رفاقت میں دونوں شخصیات جب سقیفہ کی طرف روانہ ہوئیں، تو کیا تینوں بزرگوں کی رفاقت تو سقیفہ میں کامیابی کا ذریعہ نہیں بنی ؟

15:- جب چند افراد خلافت کے لئے سقیفہ میں جمع ہوئے تھے تو اس وقت دوسرے مہاجرین کہاں تھے ؟

16:- اوس و خرچ کی پرانی دشمنیاں سقیفہ میں عو德 کرائی تھیں ۔ کیا ایسا اتفاقی طور پر ہوا تھا یا کوئی خفیہ ہاتھ اس دشمنی کو بھڑکانے پر تالے ہوئے تھے ؟

17:- اور اگر اس آتش عداوت کو بھڑکانے میں خفیہ ہاتھ کارفرما تھے تو ان خفیہ ہاتھوں کی نشاندہی کرنا آپ پسند فرمائیں گے ؟

18:- کیا خلیفہ کا انتخاف تدفین رسول سے بھی زیادہ ضروری تھا ؟ ۔

19:- کیا حضرت ابو بکر رسول خدا (ص) کی تدفین تک مسلمانوں کو انتظار کرنے کا مشورہ نہیں دے سکتے تھے ؟

آخر ایسی جلدی بازی کی بھی کیا ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر جو کہ رشتہ میں ان کے داماد بھی تھے، دفن نہیں ہوئے تھے کم از کم ان کے دفن ہونے کا تو انتظار ہی کریتے اور کیا اتنی جلدی بازی کر کے انہوں نے اپنے داماد سے حق محبت ادا کرنے میں کوئی کوتاہی تو نہیں کی ؟

20:- کیا سقیفہ کی اس پیچیدہ کاروائی اور کاغذ اور قلم دوات مانگنے کی حدیث اور جیش اسامہ کے واقعات کا کوئی باہمی ارتباط تو نہیں ہے ؟ تاریخ کے طلاب کے لئے درج بالا سوالات کے جواب انتہائی لازمی ہیں ۔ میرا اپنا ذاتی خیال یہ ہے کہ اس پوری کاروائی میں حضرت عمر نے مرکزی کردار ادا کیا ۔ انہوں نے ہی ابو عبیدہ سے اس معاملہ میں پہلے مشہورہ کر لیا تھا ۔ اور ایک منصوبہ تیار کر لیا تھا ۔ جس کی تکمیل کے لئے حضرت ابوبکر کو بلا گیا بعد ازاں اسلام کے ان "چاند تاروں" نے اثنائے راہ اپنے منصوبے کی باقی جزئیات طے کر لیں ۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو بکر فقط ان دو حضرات (عمر اور ابو عبیدہ) کو ہی پیش کرتے تھے اور یہ دونوں بزرگ

حضرت ابو بکر کو پیش کرتے تھے ۔

تو کیا پوری ملت اسلامیہ نے انہیں اپنا نمائندہ بنا کر سقیفہ میں بھیجا تھا ؟ جب کہ حقیقت تو یہ ہے کہ سقیفہ کے اجلاس میں امت کے افراد کا ایک عشر عشیر تک نہ تھا ۔

تو اتنی اقل القليل تعداد کو امت اسلامیہ کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کی اجازت کس نے دی تھی ؟ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت ابو بکر کو جب بلا یا گیا تو نہ تو اس سے پہلے اور نہ ہی بعد میں کسی مسلمان سے مشورہ کیا گیا تھا کہ اسلام کی قیادت کے لئے کون سی شخصیت سب سے زیادہ موزوں ہے۔ سقیفہ کی پوری کاروائی کو اتفاقی حادثہ سمجھ کر نظر انداز کرنا ممکن ہے یہ ایک طویل منصوبہ بندی اور حکمت عملی کا نتیجہ ہے۔ جس میں حضرت عمر کا کردار سب سے نمایاں ہے ۔

اے باد صبا این ہمہ آوردہ تست

(1):- الفتنه الكبرى بن عفان ص 102-103

(2):- ابن حجر عسقلانی۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ص 501-502

(3):- اس واقعہ کو مد نظر رکھتے ہوئے عارف رومی نے فرمایا تھا :-

"چون صحابہ دنیا داشتند

مصطفی رابے کفن بگراشتند"

حضرت بو علی قلندر پانی پتی نے حضرت علی(ع) کے کردار کو سراہتے ہوئے کہا تھا۔ "امامی کہ روز وفات پیغمبر خلافت گزارد بہ ماتم نشیند"

(4):- عبد الفتاح عبد المقصود۔ الامام علی بن ابیطالب جلد اول ص 149